

باب ۱۳

# رموز اوقاف اور ان کے استعمال کے اُصول



## باب ۱۳

### رموز اوقاف اور ان کے استعمال کے اصول

اس سے قبل کہ رموز اوقاف اور ان کے استعمال کے مواقع و اصول بیان کیے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مفہوم، تاریخی پس منظر اور ان کی افادیت و اہمیت کو زیر بحث لایا جائے تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے:

#### رموز اوقاف کا مفہوم

کسی بھی زبان میں جب کسی بھی طرح کی گفتگو کی جاتی ہے تو کہیں ٹھہرا جاتا ہے اور کہیں نہیں ٹھہرا جاتا، کہیں کم ٹھہرا جاتا ہے اور کہیں زیادہ۔ اس رکنے اور نہ رکنے کے عمل کا، بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کے صحیح مطلب کو سمجھنے میں بہت دخل ہوتا ہے۔ اس لیے کچھ علامتیں مقرر ہیں جنہیں ”رموز اوقاف“ کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ کسی بھی تحریر کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کی عبارت کو لفظوں اور جملوں کے لحاظ سے الگ الگ کر دیا جائے۔ اس علیحدگی کے لیے اہل علم نے کچھ علامتیں مقرر کر دی ہیں، جو ”رموز اوقاف“ کہلاتی ہیں۔ ان کے مفہوم کو ماہرین فن نے اپنے اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

- ۱۔ بقول ہامائے اردو مولوی عبدالحق: ”اوقاف یا وقف ان علامتوں کو کہتے ہیں جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں“ (۱)۔
- ۲۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رموز و علامات اوقاف کو ”اوقاف قرأت“ کے نام سے موسوم کر کے لکھتے ہیں: ”اوقاف قرأت سے مراد وہ علامات و رموز ہیں جو تحریری فقرہ میں الفاظ کے مابین کیے جاتے ہیں اور جن سے جملوں کی تقسیم ہوتی ہے اور صحیح مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے“ (۲)۔

## تاریخی پس منظر

اردو زبان میں رموز اوقات کے استعمال کے زمانے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس ضمن میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان لکھتے ہیں کہ: ”اردو میں اوقاف قرأت کا استعمال اٹھارویں صدی عیسوی (یعنی ۱۷۹۹ء) تک نہ تھا، حتیٰ کہ جملے کے خاتمے پر بھی کوئی نشان نہیں ہوتا تھا۔ البتہ بعض قلمی کتابوں میں جملے کے ابتدائی لفظ پر شکرنی روشنائی سے علامت ”ۛ“ ملتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج اور بمبئی ایجوکیشنل سوسائٹی کا اردو ٹائپ میں چھپی ہوئی کتابوں میں، جو انیسویں صدی عیسوی کی پہلی تہائی کی ہیں، اختتام جملہ کی علامت کے طور پر ستارے کا نشان ملتا ہے، جسے انگریزی میں (Asterist) کہتے ہیں۔ یہی ستارے کا نشان سرسید کے ”تہذیب الاخلاق“ میں بھی ملتا ہے“ (۳)۔

سرسید احمد خان نے تہذیب الاخلاق جلد ۵ بابت یکم رمضان ۱۲۹۱ھ میں علامات قرأت پر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے۔ یہ مضمون مقالات سرسید مرتبہ اسماعیل پانی پتی کے حصہ ہفتم میں شامل ہے۔ سرسید نے اردو کے لیے مندرجہ ذیل انگریزی علامات کو تجویز کیا تھا:

انگریزی علامت	اردو علامت	تبدیلی
۱۔ کا (.)	علامت سکتہ (،)	انگریزی علامت چونکہ واو سے مشابہ تھی اس لیے اس کو الٹ دیا گیا۔
۲۔ سی کولن (:)	علامت وقفہ (؛)	انگریزی کی صورت یہاں بھی الٹ دی گئی ہے اردو میں سکتے کی علامت نقطے کے اوپر ڈالی گئی ہے
۳۔ کولن (:)	علامت وقفہ (؛)	اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔
۴۔ نل سٹاپ (.)	علامت وقفہ کامل (۔)	اس میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔
۵۔ نوٹ آف انٹرولیشن (?)	علامت استفہام (?)	اردو جملے کے مطابق اس کا رخ تبدیل کیا گیا ہے۔
۶۔ نوٹ آف انسٹریشن (!)	علامت تعجب و حیرت و فرحت (!)	اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔
۷۔ ہائٹن (ˆ)	علامت ترکیب (ˆ)	اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔
۸۔ ڈیش (—)	خط یا لکیر —	اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔
۹۔ پرتھور ( )	علامت جملہ معترضہ ( )	اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

- ۱۰۔ کوئٹہ علامت اقتباس ” “ اردو جملے کے مطابق اس کا رخ تبدیل کیا گیا ہے۔  
 ۱۱۔ انڈر لائن علامت توجہ۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔  
 ۱۲۔ اشارہ (☆) نجم (علامت حذف) اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔  
 ۱۳۔ T علامت حاشیہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی (۴)

**ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی لکھتے ہیں:** ”..... اردو میں رموز اوقات کا استعمال انگریزی کے زیر اثر شروع ہوا۔ انگریزی عہد سے پہلے ان کے باقاعدہ استعمال کی شہادت نہیں ملتی۔ اس موضوع کے ساتھ لوگوں کی دلچسپی اسی زمانے میں شروع ہوئی۔ جن اہل علم نے اس مسئلے پر اظہار خیال کیا، ان میں سے بیشتر نے انگریزی رموز اوقاف ہی کو اختیار کرنے پر زور دیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اہل اردو رموز اوقات کے تصور سے بالکل نا آشنا تھے۔ کم از کم مسلمانوں کے سامنے قرآن مجید کے اوقاف قرأت کا جامع و مکمل نمونہ ضرور تھا، جو صدیوں سے رائج چلا آ رہا تھا، لیکن یوں لگتا ہے کہ اس زمانے میں اردو کے لیے اوقاف کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی گئی کیونکہ: ایک تو اہل زبان عام طور پر اپنی زبان کے معاملے میں ایسے سہاروں سے بے نیاز ہی نظر آتے ہیں۔ دوسرے اردو کی ساخت اور مزاج بھی کچھ ایسا تھا کہ رموز اوقاف کے بغیر ہی گزارہ ہو رہا تھا“ (۵)۔

## اردو جملے کی خصوصیات

- ۱۔ اردو کا جملہ انگریزی اور فارسی کے جملے کی طرح طویل تھا نہ پیچیدہ۔... اردو جملہ اکہرے بدن کا ہے اور اس میں زیادہ دم خم نہیں ہے۔ زیادہ بوجھ اس کی برداشت سے باہر ہے۔ اس لیے دہ سطوروں سے بڑھے تو اس کا دم پھول جاتا ہے۔
  - ۲۔ اردو جملے کی ایک اور نمایاں خصوصیت اس کا فعل پر ختم ہونا بھی ہے۔ اس سے جملے کے آغاز و اختتام کے تعین میں مدد ملی ہے۔
- اردو کی ان دو خصوصیتوں کی وجہ سے بھی اردو پڑھنے میں ایسی دشواریوں کا احساس کم ہوا ہے جن کو دور کرنے کے لیے اوقاف عبارت کی ضرورت پڑتی ہے (۶)۔

## قرآن مجید کے رموز اوقات کا استعمال کہیں اور ممکن نہیں

قرآن مجید کے رموز اوقات مسلمانوں کے پیش نظر تھے لیکن اگر ضرورت بھی ہوتی تو یہ اپنی جامعیت کے باوجود اردو کے کام نہیں آسکتے تھے۔ کیونکہ وہ رموز اوقات سے زیادہ کہیں معنویت کے حامل ہیں (۷)۔ اس حقیقت کی تائید علامہ زرقانی کے حسب ذیل قول سے بھی ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

”قرآن مجید کے رموز اوقات کا تعلق صرف حسن ترتیل کا لحاظ رکھنا ہی نہیں بلکہ یہ ایک مستقل فن ہے جو کئی علوم میں دستگاہ کامل کا محتاج ہے۔ ابو بکر بن مجاہد کے مطابق اوقات قرآن کا عالم وہی شخص ہو سکتا ہے جو علم نحو، اختلاف قرأت، تفسیر، قصص اور عربی زبان پر مکمل عبور رکھتا ہو“ (۸)۔

اس کے علاوہ قرآنی اوقات الفبا کی علامتوں کی صورت میں لکھے جاتے ہیں۔ م، ط، ز، ص، ق، س، صلی اور لامعروف علامتیں ہیں۔ اگر ان کا استعمال اردو میں کیا جاتا تو ان کے اردو کی علامتوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا امکان تھا، جس سے عبارت کی معنوی صحت متاثر ہو سکتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن مجید کی تکریم کا بھی تقاضا تھا کہ جو چیز قرآن کے لیے ہے، وہ اسی کے لیے مخصوص رہے، کہیں اور استعمال نہ ہو۔ مسلمانوں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا۔ چنانچہ آج عربی و فارسی تحریروں میں جو رموز اوقات مروج ہیں وہ مغرب سے ماخوذ ہیں (۹)۔ اور وہ مندرجہ ذیل اصطلاحات کی صورت میں رائج ہیں:

فارسی اصطلاح	عربی اصطلاح	انگریزی نام
نقطہ	الوقف الكامل	Full stop
ویرگول	شولة	Comma
پوان ویرگول	الشولة المنقوطة	Semi -colon
دونقطہ	نقطتان	colon
علامت سوال	علامة الاستفهام	Mark of Interrogation
علامت تعجب	علامة الاستعجاب	Mark of Exclamation
حلالین	قوسین	Brackets

شرطۃ	Dasin
علامة الاقتباس	Inverted Commas
الواصلة (۱۰)۔	Hyphen
کیومہ	

سرسید احمد خان کے ایک معاصر غلام محمد نے ”نجوم العلامات“ کے عنوان سے ایک رسالہ مرتب کیا جس میں انہوں نے قرآنی اوقاف کے مطابق اردو کے لیے رموز اوقاف وضع کیے۔ سرسید احمد خان نے ان سے اختلاف کیا اور وجوہ اختلاف کم و بیش وہی تھے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے مقابلے میں سرسید نے انگریزی رموز اوقاف کو قابل ترجیح قرار دیا (۱۱)۔

### اردو میں رموز اوقاف کے استعمال کا باقاعدہ آغاز

اردو میں جس مطبوعہ کتاب میں سب سے پہلے اوقاف قراءت کی پابندی کی گئی وہ مولانا حالی کی کتاب ”یادگار غالب“ ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں رحمت اللہ رعد نامی پریس کا پور میں چھپی تھی (۱۲) گویا دبستان سرسید ہی کے ایک رکن مولانا حالی نے انہیں سب سے پہلے اپنی کتاب میں استعمال کیا (۱۳)۔

پھر ستمبر ۱۹۰۰ء میں مولوی نظام الدین حسن نے علامات اوقاف کے استخراج کے متعلق انگریزی میں ایک رسالہ شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں کتاب ”اوقاف العبارات“ لکھی جو ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ سے ۶۳ صفحات میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مصنف نے قرآن شریف کے رموز اوقاف سے بحث کی ہے اور آخر کے دو صفحات میں ”رموز اوقاف عبارت بطرز مغربین“ کا ذکر کیا ہے ..... پھر یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے اور ۱۹۲۲ء میں اس سوال پر ایک کانفرنس بلانے کی تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ”اوقاف قراءت کے نہ ہونے سے اردو زبان کو نقصان پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس کے لیے انگریزی اوقاف بحمدہ استعمال کیے جاسکتے ہیں یا ان میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے؟“ ۱۹۲۳ء میں مولوی عبدالحق نے اس اجلاس کے انعقاد کی تفصیل اور اس کی سفارشات شائع کی ہیں۔ ان ہی رموز اوقاف کو انجمن ترقی اردو نے اختیار کیا اور مولوی عبدالحق نے انہیں قواعد اردو میں یوں شائع کیا:

علامت	اردو نام	انگریزی نام
۔	ختمہ	Full stop
،	سکتہ	Comma
؛	وقفہ	Semicolon
:	رابطہ	colon
؟	سوالیہ	Mark of Interrogation
:-	تفصیلیہ	colon & Dash
!	فجائیہ، ندائیہ	Mark of Exclamation
( )	قوسین	Brackets
---	خط	Dash
" "	داوین	Inverted Commas
--(۱۴)--	زنجیر	Hyphen

- اس کے بعد علماء زیر بحث موضوع کے متعلق کتب و مقالات لکھتے رہے، جیسے:
- ۱۔ مولوی عبدالحق کے مخلص دوست آن جہانی پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی کی فاضلانہ تصنیف ”کیفیت“ مطبوعہ ۱۹۴۳ء۔
  - ۲۔ اردو املا از مولوی غلام رسول سابق الابریرین سٹی کالج، حیدر آباد دکن۔ یہ جامع کتابچہ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۰ء میں بھارت سے شائع ہوا۔ اس کے آخری یعنی آٹھویں باب کا عنوان ہے ”رموز اوقاف اور ان کا استعمال“۔
  - ۳۔ جامع القواعد حصہ نحو۔ یہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی فاضلانہ تصنیف ہے، جو نمبر ۲ میں مذکور کتابچے کے تیرہ برس بعد ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔
  - ۴۔ اردو املاء از رشید حسن خان۔ ۷۰۶ صفحات پر مشتمل اس نہایت ضخیم و مدلل کتاب کو اردو بورڈ بھارت نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا۔ اس میں ایک باب رموز اوقاف (ص ۵۴۵) ہے۔
  - ۵۔ اردو کیسے لکھیں از رشید حسن خان۔ یہ مختصر لیکن نہایت مفید کتاب ۱۹۷۵ء میں بھارت



سے شائع ہوئی۔ اس میں رموز اوقاف کے عنوان سے ایک عمدہ باب شامل ہے۔

۶۔ ۱۹۸۰ء میں ”نگار پاکستان“ کا خصوصی شمارہ یعنی الما نمبر ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب مدیر اعلیٰ کے دو طویل مقالوں ”اردو الما اور رسم الخط“ پر مشتمل شائع ہوا (۱۵)۔

اس کے علاوہ ملک کے علمی وادبی اور تحقیقی ادارے گاہے بگاہے زیر بحث موضوع کے بارے میں سیمیناروں اور کانفرنسوں کا انعقاد کراتے رہتے ہیں، جیسے: اردو الما اور رموز اوقاف کے مسائل کے موضوع پر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے زیر اہتمام ۲۳ تا ۲۵ جون ۱۹۸۵ء میں ایک سہ روزہ سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار کا بنیادی مقصد اردو الما اور رموز اوقاف کے استعمال میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے ایسے اصول وضع کرنا تھا، جنہیں اہل علم وادب ہی نہیں بلکہ عام لوگ بھی اپنا سکیں۔ اس سیمینار کی روداد کو اعجاز راہی صاحب نے مرتب کیا اور مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے اسے نومبر ۱۹۸۵ء میں پہلی بار زیور طبع سے آراستہ کیا۔

## افادیت

- رموز اوقاف کی افادیت یہ ہوتی ہے کہ ان کی مدد اور ان کے ذریعہ سے:
- ۱۔ ذہن جملے یا جزو جملہ کی اصلی اہمیت جان لیتا ہے۔
  - ۲۔ مطلب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔
  - ۳۔ نظر کو سکون بھی ملتا ہے وہ تھکنے نہیں پاتی (۱۶)۔
  - ۴۔ جملوں کی تقسیم ہوتی ہے۔
  - ۵۔ گفتگو کے صحیح مضمون اور مفہوم کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔
  - ۶۔ ایک طرف پڑھنے والے کی آنکھ لفظوں اور جملوں کی تقسیم کو عبور کرتے ہوئے ذہن کی راہ نمائی کرتی ہے تو دوسری طرف ذہن مسلسل اور مربوط طور پر تقریر کا مفہوم اور مطلب آسانی اور صحت کے ساتھ اخذ کر لیتا ہے۔ اس طرح کہنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میری گفتگو کا مدعا صحیح سمجھا جا رہا ہے اور پڑھنے والا بجائے خود ہر طرح کی غلط فہمی سے بچ جاتا ہے۔

۷۔ ان اوقاف کی مدد سے تحریر میں تقریر کرنے والے کی آواز کا اتار چڑھاؤ بہ خوبی اور صحیح طور پر سمجھ میں آ جاتا ہے“ (۱۷)۔

سر سید احمد خان نے ان الفاظ میں رموز اوقاف کی افادیت بیان کی ہے۔ وہ انگریزی زبان کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”.....انگریزی میں چند علامتیں مقرر ہیں جن کو پنکچیشن کہتے ہیں۔ انگریزی عبارت میں وہ نشان ہمیشہ لگائے جاتے ہیں۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ عبارت کو صحیح طور پر پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ان نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ کہاں ختم ہوتا ہے؟ کہاں سے دوسرا مطلب شروع ہوتا ہے؟ کون سے لفظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں؟ کس جگہ ملا کر پڑھنا چاہیے؟ تاکہ مطلب پڑھنے والے اور سننے والے کی سمجھ میں بخوبی آتا جائے۔

اس کے سوا ان نشانوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں کون سا جملہ ”جملہ معترضہ“ ہے اور کون سا ”استفہامیہ“؟ کس مقام پر مصنف نے کوئی بات تعجب انگیز لکھی ہے اور کس مطلب پر مصنف نے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ چاہی ہے؟

علیٰ ہذا القیاس اس میں کچھ شک نہیں کہ علامات قرأت نہایت عمدہ چیز ہیں اور علم و ادب کی ترقی کے لیے نہایت مفید ہیں۔ تمام ملکوں میں جہاں علم و فنون، علم ادب و انشاء، تہذیب و دانش کی ترقی ہے، ان علامات کا استعمال ہوتا ہے.....“ (۱۸)۔

محمد احسن خان لکھتے ہیں: ”.....رموز اوقاف کا صحیح استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے کیونکہ ان کی پابندی سے کلام کا صحیح مفہوم، معنویت، اہمیت، زور اور لہجہ سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ ابہام اور تعقید آسانی سے رفع ہو جاتی ہے.....“ (۱۹)۔

## رموز اوقاف کی اہمیت

تحریری عمل، خواہ تحقیقی ہو یا غیر تحقیقی، میں رموز اوقاف کا صحیح استعمال بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر انہیں موقع و محل کے مطابق استعمال نہ کیا جائے تو عبارت کے مفہوم میں کئی طرح کا خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل اقتباسات سے ہوتی ہے:

۱۔ ”.....ان کے بغیر نہ تو زبان بامعنی ہو سکتی ہے، نہ جملوں میں سلاست، سادگی اور حسن

پیدا ہو سکتا ہے اور نہ پڑھنے میں سہولت میسر آ سکتی ہے، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ کسی بھی عبارت میں کسی مقام کے کم یا زیادہ وقفے کے لیے اور مطالب کی تکمیل یا جاری ہونے کا اظہار کرنے کے لیے استعمال کی جانے والی یہ وہ علامات ہیں جن کے وسیلے سے اس عبارت کے مفہوم کو اس کے صحیح مضمون میں سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یہی ان علامات یا رموز اوقاف کی اہمیت ہے کہ ان کے استعمال کے بغیر یا صحیح استعمال کے بغیر معانی کچھ ہو سکتے ہیں، کئی کئی معانی نکل سکتے ہیں یا سرے سے عبارت بے معنی بن سکتی ہے اور ہر صورت میں ابلاغ کی صورت مسخ ہو جاتی ہے‘ (۲۰)۔

۲۔ ”رو کو مت، جانے دو۔ رو کو، مت جانے دو۔ ان چار الفاظ پر مشتمل جملوں میں ایک سکتے کی جگہ تبدیل ہو جانے سے معانی الٹ جاتے ہیں۔ اس کے لکھنے والے کے ذہن میں اصلی بات کیا ہے؟ اس کا تعین اس سکتے یا رموز اوقاف کے صحیح استعمال سے ہی ہو سکتا ہے اور جس طرح غلط استعمال معنی بدل دیتا ہے اسی طرح عدم استعمال ابہام پیدا کر دیتا ہے‘ (۲۱)۔

۳۔ ”..... ایک سکتے کا غلط استعمال یا عدم استعمال کسی قانون، ایکٹ یا رول کو اور اس کے مفہوم کو یکسر بدل سکتا ہے۔ رموز اوقاف کی یہ اہمیت صرف قانون اور ایکٹ تک محدود نہیں، ان کا غلط استعمال دیگر تحریروں کو بھی اسی طرح متاثر کرتا ہے.....“ (۲۲)۔

رموز اوقاف کی یہ اہمیت صرف اردو زبان ہی سے مختص نہیں۔ وقفے یا توقف کی یہ علامات ہر زبان میں اتنی ہی اہمیت رکھتی ہیں بلکہ زبان کا مزاج ان سے متعین ہوتا ہے اور یہ ہر زبان کے مزاج کے مطابق ہوتی ہیں۔ قرآن پاک میں رموز اوقاف کے استعمال سے اور ان کی اہمیت سے ہم سب واقف ہیں۔ کلام اللہ میں ان کے استعمال کا اہتمام پوری احتیاط سے کیا گیا ہے اور اسے چھاپتے ہوئے، ان کو صحیح جگہ اور صحیح طریقے پر استعمال کرنے اور پڑھتے ہوئے ان کے مطابق ٹھہرنے یا نہ ٹھہرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ یہ تاکید اور اہتمام ہی ان رموز اوقاف

کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے۔ وقف مطلق، وقف جائز، وقف مجوز، وقف مرخص و علیٰ ہذا القیاس رموز اوقاف اس امر کا تعین کرتے ہیں کہ ٹھہرنا چاہیے یا نہ ٹھہرنا چاہیے، کیونکہ ٹھہرنے یا نہ ٹھہرنے سے معانی متاثر ہوتے ہیں (۲۳)۔

## رموز اوقاف اور ان کے استعمال کے اصول

### ۱۔ ختمہ (-) Fullstop

یہ علامت، جسے عام طور پر ”ڈیش“ اور انگریزی میں ”فل سٹاپ“ کہتے ہیں، بھر پور ٹھہراؤ کی علامت ہے۔ سرسید احمد خان نے اسے ”علامت وقفہ کامل“ کہا ہے (۲۴)۔ اس کے استعمال کے مواقع یہ ہیں۔

الف۔ جب کوئی مفرد جملہ چھوٹا ہو، تو اس کے آخر میں یہ علامت استعمال ہوتی ہے، جیسے: زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے۔

ب۔ جب کوئی فقرہ ترتیب معانی میں پورا ہو جائے، تو وہاں یہ علامت استعمال ہوتی ہے، جیسے: ناامیدی سے اور آزمائش میں پڑنے سے ہمارے دلوں کا جوش کم ہو جاتا ہے۔

ج۔ جب کسی اقتباس کو پیش کر کے اس کا حوالہ دیا جائے تو حوالہ نمبر کے آخر میں استعمال ہوتی ہے، جیسے: ”.....“۔

د۔ جب کسی لفظ کو مختصر کر کے لکھا جائے، تو اس کے بعد بھی علامت وقفہ کامل لگائی جاتی ہے، جیسے:

الخ جو اختصار ہے الی آخرہ کا۔

بی۔ اے جو اختصار ہے بیچلر آف آرٹس کا۔

ایم۔ اے جو اختصار ہے ماسٹر آف آرٹس کا۔

### ۲۔ سکتہ (,) Comma

اس علامت کا انگریزی نام ”کاما“ (comma) زیادہ مشہور ہے۔ یہ سب سے چھوٹے

ٹھہراؤ کی علامت ہے اور کثرت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اس علامت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عبارت کے ٹکڑے ایک دوسرے سے اس طرح مل نہیں پاتے کہ مطلب خبط ہو جائے۔ جب بھی ایسے لفظ اکٹھے ہو جائیں، جن کو ایک دوسرے سے الگ کیا جانا ضروری ہو، تو وہاں کما کو استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے استعمال کے مواقع یہ ہیں:

الف۔ جب دو یا زیادہ ایک ہی قسم کے کلمے ایک ساتھ آئیں، تو ایسی صورت میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک یا دو لفظوں کے بیچ میں کما آتا ہے اور آخری لفظ سے پہلے ”اور“ آتا ہے، جیسے:

یہ کتاب مفید، نصیحت آموز اور آسان ہے۔

اسلام آباد، پنڈی، لاہور اور کراچی میں بھی اسلامی کتب مل جاتی ہیں۔

وہ تو بہت سمجھ دار، ذہین اور بااخلاق ہے۔

ب۔ ندائیہ لفظوں اور جملوں کے بعد، جیسے:

جناب صدر، خواتین و حضرات! اے ماؤ، بہنو، بیٹیو۔

میرے بھائی، میری بات سن۔

او جانے والے، ادھر ہوتا جا۔

جاگنے والو، جاگتے رہو۔

ج۔ مختلف ٹکڑوں کے بیچ میں، جیسے:

صبح ہو کہ شام، اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے۔

آندھی ہو کہ پانی، روشنی ہو یا اندھیرا، تنہائی ہو یا محفل، کسی بھی حالت میں اخلاق اور

سچائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

د۔ ایک ہی ڈھنگ کے جملوں کے بیچ میں، جیسے:

میں یہاں آیا، وہاں گیا، غرض سارا دن پھرتا رہا۔

کھیلنے کے وقت کھیلو، پڑھنے کے وقت پڑھو (۲۵)۔

ر۔ جب کسی مفرد جملہ میں مبتدا اور خبر مرکب ہوں، تو ان کے بیچ میں علامت سکتہ لگانی

- چاہیے، جیسے:
- کسی چیز کی طرف مستقل اور پوری توجہ، اعلیٰ طبیعت کی نشانی ہے۔
- ز۔ مرکب جملہ کے مفرد اجزاء کو علامت سکتے سے الگ کرنا چاہیے، تاکہ پڑھنے میں الگ الگ پڑھے جائیں، جیسے:
- جب اچھائی نہیں رہتی، تو لوگوں کی توجہ بھی نہیں رہتی۔
- بہادروں نے جب دشمنوں کا حال سنا، تو ان پر نہایت دلیری سے حملہ کیا۔
- س۔ جب معطوف و معطوف علیہ میں حرف عطف موجود نہ ہو، تو وہاں علامت سکتے لگانا ضروری ہے، جیسے:
- عقل، ہوش، علم، ہنس سب وقت پر کام آتے ہیں۔
- وہ تو سیدھا، سادھا، ایماندار، آدمی ہے۔
- ش۔ مشتقی اور مشتقی منہ کے درمیان میں بھی علامت سکتے کا لگانا ضروری ہوتا ہے، جیسے:
- وہ شخص ایماندار ہے، مگر ست۔
- بہت بڑا عالم ہے، مگر بے عمل۔
- پرہیزگار ہے، مگر ظاہری باتوں میں۔
- ص۔ جب حرف عطف کے بغیر کسی اسم کی متعدد صفتیں بیان کی جائیں، تو وہاں علامت سکتے کا استعمال ضروری ہے، جیسے:
- زید نہایت دانا، ہوشیار، عالم، فاضل ہے۔
- ض۔ جب جملہ میں دو دو لفظ ساتھ ساتھ ہوں، تو ہر دو کے بعد علامت سکتے لگائی جائے، جیسے:
- بے بندوبستی اور بد انتظامی، مفلسی اور محتاجی، تکلیف اور مصیبت، ویرانی و بربادی، آپس کی نا اتفاقیوں کا نتیجہ ہے۔
- ط۔ ہمایہ جملہ، مفرد فقرہ کے شروع میں ہو، خواہ بچ میں ہو، خواہ آخر میں، اس کے ساتھ بھی علامت سکتے استعمال ہوتی ہے، جیسے:

- ان کی نیکی، احسان مندی سے، مجھے یاد ہے۔  
 ان کی نیکی مجھے یاد ہے، نہایت احسان مندی سے۔  
 احسان مندی سے، ان کی نیکی مجھے یاد ہے۔  
 ظ۔ اگر اسم موصول کے بعد بیانیہ جملہ ہو، تو اس کے پہلے علامت سکتہ ہونی چاہیے، جیسے:  
 وہ، جو ختم ہو کر بھی سیدھی ہو جائے، اصل تلواری ہے۔  
 ع۔ جب کسی جملہ کی ترکیب الٹ ہو جائے، تو اس کے درمیان میں علامت سکتہ استعمال ہوتی ہے، جیسے:  
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز مشکل نہیں۔ اس مثال میں علامت سکتہ کی ضرورت نہیں ہے مگر اس کی ترکیب الٹ دی جائے تو علامت سکتہ لگانی ہوگی، جیسے:  
 کوئی چیز مشکل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔  
 غ۔ جب کوئی فعل محذوف ہو تو وہاں علامت سکتہ استعمال ہوتی ہے، جیسے: پڑھنے سے آدمی پورا انسان ہوتا ہے اور اچھی گفتگو سے، لائق اور لکھنے سے، قابل (۲۶)۔

### ۳۔ وقفہ (؛) Semi Colon

- اس علامت کے ذریعے فقرہ کو دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال کے مواقع یہ ہیں:
- الف۔ جب کئی لفظوں کے بیچ میں کاما ہو، تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آخری کلمے سے پہلے طویل وقفے کا محل ہوتا ہے؟ ایسے موقعوں پر آخری کلمے کے بعد وقفہ لانا چاہیے، جیسے:
- سچائی، خلوص، ایمانداری؛ اس سب کی ضرورت ان کو نہیں۔
- اسلام آباد، لاہور، کراچی؛ ان سب شہروں میں یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ اس کی ایک دوسری صورت یہ ہوتی ہے: مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم؛ سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن بیہقی؛ فتح الباری، عمدۃ القاری، فیض الباری؛ ہار ہار پڑھنے کی کتابیں ہیں۔
- ب۔ جب کسی فقرے کا جزو اپنی ترکیب اور اپنا معنی بتانے میں پورا ہو، مگر اس کے بعد کا جملہ بیانیہ ہو، تو ایسی جگہ علامت وقفہ لگانی چاہیے، جیسے:

غور کرنے کی عادت ڈالو؛ کہ اس سے زیادہ عمدہ کوئی تعلیم نہیں۔  
ج۔ جب ایک فقرہ کے کئی جملے علامت سکون سے علیحدہ کیے جائیں اور ان کا نتیجہ آخری فقروں پر منحصر ہو، تو آخری فقرہ سے پہلے علامت وقفہ لگانی چاہیے، جیسے:  
نیکی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے؛ برے کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے؛ نیکیوں کو عاقبت میں جزا دے گا؛ بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دے گا: یہ ایسے خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف درجا (امید) میں رکھتے ہیں، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں، گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔

#### ۴۔ رابطہ (:) Colon

- اس علامت کو حسب ذیل موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے:
- الف۔ کسی مثال سے پہلے، مثلاً: اسلام آباد پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔
  - ب۔ کسی کہادت سے پہلے، مثلاً: مثل مشہور ہے: جان بچی لاکھوں پائے۔
  - ج۔ کسی قول سے پہلے، مثلاً: قرآن کہتا ہے: اللہ تعالیٰ ایک ہے۔
  - د۔ کسی اقتباس سے پہلے، مثلاً: فلاں پروفیسر کے لیکچر کا نچوڑ یہ ہے: ”.....“۔
  - ر۔ بچی بات سے پہلے، مثلاً: سچ ہے: گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

#### ۵۔ تفصیل (-) Colon & Dash

- یہ علامت حسب ذیل موقعوں پر استعمال کی جاتی ہے:
- الف۔ تفصیل بیان کرتے وقت، جیسے: دنیا کی چار سب سے بڑی سلطنتیں یہ ہیں:- امریکہ، روس، برطانیہ اور فرانس۔
  - ب۔ کسی فہرست کو پیش کرتے وقت، جیسے: عربی مہینوں کے نام یہ ہیں:- محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، ..... الخ۔
  - ج۔ جملے میں جب کئی کئی باتیں مسلسل پیش کرنی ہوں یا کسی امر کی تفصیل پیش کرنی ہو، تب بھی اس علامت کا استعمال کرتے ہیں، مثلاً: اب میرا حال سنیے:- نماز فجر ادا کر کے



قرآن کی تلاوت کی! ناشتہ کیا! اخبار دیکھا! اور پھر لکھنے پڑھنے کے کام میں مشغول ہو گیا۔  
د۔ مسلسل باتوں کے اظہار کے موقع پر بھی علامت تفصیلیہ لگائی جاتی ہے، مثلاً:  
جب اعضاء کی نافرمانی اس حد تک پہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا، تو غریب  
معدے کو غذا کہاں سے میسر ہوتی؟ ہر ایک عضو کا یہ حال ہوا: ہاتھ کف افسوس ملنے  
لگے، آنکھوں نے بھی رونا شروع کر دیا، کان بھی مارے ضعف کے سن ہو گئے، زبان کا  
بولنا بند ہو گیا۔

## ۶۔ سوالیہ (؟) Mark of Interrogation

یہ علامت ہمیشہ کسی سوالیہ فقرے کے آخر میں استعمال ہوتی مثلاً: کیا بات ہے؟ تم کہاں  
سے آرہے ہو؟ اس لفظ کا کیا مطلب ہے؟

## ۷۔ فحاشیہ، ندائیہ (!) Mark of Exclamation

الف۔ فحاشیہ: یہ علامت ان لفظوں یا جملوں کے بعد استعمال کی جاتی ہے، جن سے کوئی جذبہ  
ظاہر ہو، مثلاً: اُفُو! سخت تکلیف ہے۔ شاہاش! خوب سبق یاد کیا ہے۔  
جذبہ کی شدت کی مناسبت سے دو علامتیں بھی لگائی جاتی ہیں، جیسے: معاذ اللہ! بس  
صاحب! بس!!

ب۔ ندائیہ: پکارنے، محبت، حقارت اور تعظیم کے لیے استعمال ہوتی ہے، مثلاً: او  
لڑکے! اے اللہ! اچھی حضور! خواتین و حضرات! بزرگو اور دوستو!

## ۸۔ توسین ( ) یا [ Brackets

یہ علامت عام طور پر درج ذیل مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے:  
الف۔ جب کسی فقرہ میں کوئی جملہ معترضہ آجائے، تو اس کے شروع و آخر میں علامت توسین  
استعمال کی جاتی ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک الگ جملہ ہے، جو مطلب  
کے درمیان آگیا ہے، جیسے:  
اس بات کو نجوبی جان لو (اور تم کو اتنا ہی جاننا کافی ہے) کہ انسان کے لیے صرف نیکی

ہی اصلی خوشی ہے۔

احمد کے پاس (جوکل آپ سے ملا تھا) ایک گھڑی بکاؤ ہے۔

ب۔ جیسے کے درمیان توضیحی کلمات کا اضافہ کرنے کے لیے، جیسے:

ناظم خوراک (خریداری)، ناظم خوراک (تقسیم)۔

ناظم تعلیمات (زنانہ)، ناظم تعلیمات (مردانہ)۔

ج۔ متبادل کے اظہار کے لیے، مثلاً:

افراد قوت (Man power)۔

ناظم اعلیٰ (Director General)۔

کتاب خانہ (Library)۔

د۔ مآخذ کا حوالہ دینے کے لیے، جیسے: (۱)، (۲)، (۳)، (۴)..... الخ۔

## ۹۔ خط (\_\_\_\_) Dash

یہ علامت درج ذیل موقعوں پر استعمال ہوتی ہے:

الف۔ جب جملہ یا ایک ختم ہو جائے اور کچھ چھوٹ جائے، مثلاً: سب استاد کہتے تھے کہ احمد

بڑا \_\_\_\_\_ لڑکا ہے، مگر اب پتا چلا کہ خالی شہرت ہے۔

ب۔ توضیحی لفظ یا فاسیہ کلمے کے شروع اور آخر میں، جیسے: گھر میں \_\_\_\_\_ نہ صرف میں، بلکہ

سارا خاندان \_\_\_\_\_ اکبر کا مداح ہے۔ اعظم تو \_\_\_\_\_ چشم بدو \_\_\_\_\_ بہت ہونہار ہے۔

ج۔ کبھی اس علامت کا استعمال بعد از کنایہ کسی محذوف لفظ کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً: میں

جاتا تھا \_\_\_\_\_ مجھ سے ملا۔ اس مقام پر کسی ایسے شخص سے کنایہ ہے، کہ جس کو پڑھنے

والا جانتا ہے یا لکھنے والے کو اس کا نام ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے۔

## ۱۰۔ واوین (” “) Inverted Commas

جب کوئی اقتباس دیا جاتا ہے، یا کسی کا قول اس کے لفظوں میں نقل کیا جاتا ہے، تو

اس کے ابتداء اور آخر میں یہ علامت استعمال کی جاتی ہے، مثلاً:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“  
طالب علم نے کہا: ”میں ضرور امتحان میں پاس ہو جاؤں گا۔“  
☆ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی لفظ یا مجموعہ الفاظ کے ایک خاص معنی ہوتے ہیں، یا ایک خاص طرح استعمال کیا گیا ہوتا ہے اور پڑھنے والوں کی توجہ کو اس خاص معنویت یا خاص انداز استعمال کی طرف مبذول کرانا مقصود ہوتا ہے، تو اس صورت میں بھی ان الفاظ یا اس لفظ کو ”واوین“ میں لایا جاتا ہے۔  
☆ کبھی بعض اصطلاحوں کو بھی ”واوین“ میں لکھا جاتا ہے، تاکہ وہ عام عبارت سے ممتاز نظر آئیں۔

## ۱۱۔ زنجیرہ (.....) Hyphen

سرسید نے اسے چھوٹے خط (\_\_\_) کی طرح لکھا اور انگریزی کی طرح اسے دو لفظوں سے بننے والے مرکب الفاظ کے اجزا کے درمیان لکھنے کی سفارش کی ہے، جیسے: کتب۔ خانہ، ڈاک۔ خانہ وغیرہ۔  
لیکن یہ علامت عام نہیں ہو سکی اور اس قسم کے مرکب الفاظ فی زمانہ اس علامت کے بغیر ہی لکھے جاتے ہیں۔  
ان علامت اوقاف کے علاوہ درج ذیل بھی مستعمل ہیں:

## ۱۲۔ نقطہ (...) Dots

عبارت کے آغاز، یا درمیان، یا آخر میں آنے والے نقطے اس بات کی علامت ہوتے ہیں کہ یہاں سے عبارت چھوڑ دی گئی ہے۔ محققین اس علامت حذف کو عربی واردہ دونوں میں استعمال کرتے ہیں۔

## ۱۳۔ ترچھا خط (/) Oblique

الف۔ یہ ایک نئی علامت ہے، جو زیادہ تر دفتری تحریر میں استعمال ہوتی ہے، جہاں اس سے متبادل کے اظہار کا کام لیا جاتا ہے، مثلاً: مرد/عورت یعنی مرد یا عورت۔

ب۔ اسی طرح بعض دفتری اندراجات میں متبادل اسماء و افعال کے درمیان ترجحاً خط آتا ہے، جیسے:  
تصدیق دی جاتی ہے کہ مسمیٰ/مسماة..... بن/بنت اس سکول کا/کی طالب علم/طالبہ رہا/رہی ہے۔

ج۔ دفتری مراسلت میں حوالہ نمبروں میں بھی ترجیحاً خط سے کام لیا جاتا ہے، مثلاً:  
غ۔ س۔ نمبر ۱۱۱/۲۰۰۲/مملہ اسلام آباد (موری ۲۲ ستمبر ۲۰۰۲ء) (۲۷)۔  
مختصر یہ کہ آج کل تحقیقی عمل میں زیادہ تر استعمال درج ذیل رموز اوقاف کا ہوتا ہے:

- |    |              |    |                    |    |             |
|----|--------------|----|--------------------|----|-------------|
| ۱۔ | نحمدہ (۔)    | ۲۔ | کتبہ (،)           | ۳۔ | راہطہ (،)   |
| ۴۔ | (سوالیہ) (؟) | ۵۔ | ندائیاں/فائیکہ (۱) | ۶۔ | توسین (۱۰)۔ |
| ۷۔ | واوین (") "  | ۸۔ | ترجیحاً خط (،)     | ۹۔ | نقشہ (،)    |

### رموز اوقاف کے استعمال کے بارے میں چند اہم ہدایات

- ۱۔ رموز اوقاف صرف وہیں استعمال کیے جائیں جہاں ان کی حقیقی ضرورت ہو (یعنی ان سے صحیح مفہوم واضح ہوتا ہو یا حسن، معنویت، اہمیت اور زور سمجھنے اور ابہام یا اشتباہ یا تعقید دور کرنے میں مدد ملتی ہو)۔
- ۲۔ محض کتابی یا طباعتی حسن بڑھانے کے خیال سے ان کا استعمال ہرگز نہ کیا جائے۔
- ۳۔ رموز اوقاف کے غلط استعمال سے اجتناب کیا جائے کیونکہ ان کے غلط استعمال سے مطلب بالکل تبدیل یا خبط ہو سکتا ہے، جیسے: روکو مت، جانے، دو۔ روکو، مت جانے دو۔ ان چار الفاظ پر مشتمل جملوں میں ایک سکتے کی جگہ تبدیل ہو جانے سے معانی الٹ جاتے ہیں۔